حافظ محمد ابراہیم صاحب فانی
دار العلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

جہاد افغانستان اور حقانی شہداء

مولانا سید عبدالستار حقانی قندہاری شہید

پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے

تاریخ کے اوراق پریشاں ہیں ان اولوا العزم اصحاب عزیمت اور حرارت ایمانی سے گرم ارباب ہمم کی داستانہائے شوق نکھری اور بکھری پڑی ہیں۔ جنہوں نے اپنی حیات مستعار اور لمحہائے زیست کو ناموس ملت و دین اور آبروئے قوم و ملک پر نثار و نچھاور کر دیا۔ اور آج تک ان کے تذکرے، ایمان افروز قصے اور حیرت انگیز واقعات زیب داستاں اور گرمئ ایمان و ایقان کے لئے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ بقول شاعر

ہو المسک ما کررتہ یتضوع

مملکت افغانستان پر جس دن سے سرخ سامراج نے شرمناک انقلاب کے ذریعہ قبضہ کیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک روزانہ بادہ نوشان مئے وحدت اور شمع نبوت کے پروانے سینکڑوں کی تعداد میں قربان ہو رہے ہیں۔ اور یوں تبوک و یرموک اور بدر و حنین کی یادوں کے عطر بیز و سحر انگیز جھونکے دل و دماغ کو معطر کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان کشتگان ستم اور کاروان شوق میں ایک ہمارے دوست اور دیرینہ ساتھی مجاہد کبیر مولانا سید عبدالستار قندہاری حقانی بھی ہیں جو گذشتہ ماہ ۲۰ صفر ۱۴۰۴ھ کو جادہ پیمایان راہ شہادت میں شامل ہو گئے۔

راقم نے ایک افغان شہید کی تصویر سے متاثر ہو کر ایک نظم لکھی تھی جس کے چند اشعار اپنے قریبی ساتھی شہید مظلوم کی نذر کرتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے پاس چند آنسوؤں اور ٹوٹے پھوٹے اشعار کے علاوہ اور کیا ہے جسے بطور عقیدت اس عظیم سپوت کو پیش کریں

تجھ کو خبر نہیں ہے کہ اس فرد کا سینہ
مرقد ہے حسرتوں کا امیدوں کا دفینہ
بازی لگائی جان کی ناموس قرآں پر
نازاں ہے جس پہ حضرت والائے مدینہ
اور سے نے عاشق لیلی ہے نہ شیریں کا طلب گار
اس فرد کا انداز جنوں اور ہی کچھ ہے

اس پر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا واقعہ یاد آیا۔ مؤلف مکاتیب امیر شریعت رقمطراز ہے۔

کہ شاہ جی کی موزونی طبع کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ساحر لدھیانوی نے قحط بنگال پر جو نظم لکھی ہے اس کے ایک بند کا دوسرا شعر نہیں ہو رہا تھا۔ شاہ جی نے نظم پڑھی۔ تعریف کی۔ ساحر سے کہا۔ کہ اس کا صلہ یہ چند آنسو ہیں۔ انہیں فقیر کا نذرانہ سمجھو" تو ہم بھی سوائے آنسو کے اور کیا پیش کر سکتے ہیں۔

شہید موصوف کو میں بہت ہی قریب سے جانتا ہوں۔ اس کے دونوں بھائی مولانا عبدالغنی حقانی اور عبدالمجید حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔ دارالعلوم کی تعطیلات رمضان میں ہمارے گاؤں زروبی آیا کرتے تھے۔ علو نسب کے ساتھ ساتھ کیوں کہ ان کا خاندان سادات سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن ثاقب اور بے مثل قوت حافظہ سے خاندانی طور پر نوازا تھا۔ یہ وہ وہبی ملکہ ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب حقانی نے تقریباً سات آٹھ سال دارالعلوم حقانیہ میں گزارے ہیں اور ابتداء سے لے کر دورہ حدیث تک تمام علوم و فنون کی تکمیل یہاں کر کے سند فراغت حاصل کی۔ ان کے دورہ حدیث کے دوران دوسرا بھائی مولوی عبدالمجید حقانی نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ پھر ۱۷ شوال ۱۳۹۷ھ کو شہید مظلوم نے داخلہ لیا۔ اور مندرجہ ذیل کتابیں لیں۔

مطول۔ قاضی مبارک شرح جامی مبنی اور اصول الشاشی۔ اس سے پہلے دیگر کتابیں آپ نے اپنے وطن میں مختلف مدارس اور درسوں میں پڑھی تھیں۔ اگلے سال ۱۳۹۸ھ کو بیضاوی شریف امور عامہ تلویح و توضیح مسلم الثبوت۔ شرح عقائد اور خیالی وغیرہ کتابیں شروع کیں۔ تیسرے سال دورہ موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ اس وقت عمر تقریباً ۲۱ سال تھی۔ اسی سال تعلیمی سال کے چار پانچ مہینے گزارنے کے بعد آپ اور آپ کے دوسرے ہم وطن ساتھیوں کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور اس کے لئے تیاری شروع کی۔ روانگی سے قبل اپنے اساتذہ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست کی۔ صوبہ قندھار سے جہاد کا آغاز کیا۔ یہ جہاد کا ابتدائی دور تھا۔ حالات اور ماحول ساز گار نہ تھے۔ لیکن یہ سرفروش سر ہتھیلی پر رکھ کر بے سر و سامانی کی حالت میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اور شجاعت و بہادری کے ایسے کارنامے سر انجام دیتے کہ انسانی عقل اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد اس قافلے کا ایک فرد مولوی محمد اللہ قندھاری کمیونسٹ درندوں کے ہاتھ لگا۔ انہوں نے انہیں جیل میں ڈال دیا۔ ہر قسم کی جسمانی اذیتیں پہنچائیں۔ بجلی کے کرنٹ لگائے۔ بھوکا پیاسا رکھا۔ اس کے بعد انہیں سیڑھیوں سے گرا کر اس پر چھلانگیں لگائیں۔ لیکن اس پیکر استقامت کے پائے ثبات میں کسی قسم کا تزلزل واقع نہ ہوا۔ اور انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہادت کی خلعت فاخرہ سے نوازے گئے۔ رحمہ اللہ

لے آپ کا داخلہ بھی ۱۷ شوال ۱۳۹۷ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوا تھا۔

ہمارے یہ مولانا عبدالستار قندہاری شہید تقریباً ایک سال تک قندہار کے محاذِ جنگ میں برسرِ پیکار رہے لیکن اکثر پرانے ساتھی غزنی کے محاذ پر مصروفِ جنگ تھے۔ اس لئے دوستوں کی ایما پر غزنی تشریف لے گئے اس کے پہنچتے ہی مجاہدین کے جوش اور جذبہ میں حرارتِ ایمانی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ اگرچہ عمر میں تمام ساتھیوں سے چھوٹے تھے۔ لیکن شجاعت و بہادری کی وجہ سے تمام ساتھی حتیٰ کہ ان کی جماعت کے امیر بھی آپ کی رائے کو اولیت دیتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے یہ شہید ساتھی غزنی کے محاذِ جنگ سے استاذِ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

" بعد از رخصتی دارالعلوم حقانیہ بہ صوبہ غزنی رفتم۔ در صوبہ غزنی امیر مجاہدین مولانا معراج الدین فاضل دارالعلوم حقانیہ بود۔ یک بار مجاہدین در کمان او بہ فوج شوروی حملہ کرد۔ بسیار ٹینک تباہ شدہ و پانزدہ صد روسی فوجیان ہلاک۔ دیگر بار حملہ کرد۔ دو عدد جہاز تباہ شد و چہار ٹینک و دو نیم صد فوجی ہلاک۔ دیگر بار در حملۂ مجاہدین نو ٹینک تباہ شد بہ فضل خداوند تعالیٰ۔ دعائے خیر بہ ہیئت اجتماع در بارۂ مجاہدین افغانستان بکنید۔" (نقل از الحق جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ)

شجاعت اور دلیری میں بے نظیر تھے۔ کئی روسی اور کمیونسٹ خلقی آپ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔ تن تنہا ایک فوجی علاقہ میں گھس گئے۔ اور انہیں کہا کہ اب تم ہماری حراست میں ہو۔ کیونکہ میرے ساتھیوں نے (مجاہدین) تمہیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اس طرح اس تمام یونٹ نے تسلیم کر لیا۔ یعنی سپر ڈال دی۔ میدانِ جہاد سے اکثر سردیوں کے موسم میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ پہاڑوں پر برف باری کی وجہ سے مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حسبِ معمول دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائے۔ آپ کا سر زخمی تھا۔ میں نے ان سے اس زخم کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے۔ کہ ہم تین ساتھی ایک فوجی بارک کے قریب گئے۔ اسے اڑانے اور بارود رکھنے کے لئے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ سامنے ایک مورچہ سے گولیوں کی بوچھار شروع ہو گئی میرے ساتھی اپنے کام میں مشغول رہے اور میں اس مورچے کی طرف گیا۔ اس مورچہ میں موجود فوجی کے ہاتھ میں کلاشنکوف تھا۔ میں نے بڑھ کر کلاشنکوف تھام لیا۔ وہ چھڑانے لگا۔ لیکن میں نے بھی اس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ میں نے اس کے کان میں کہا کہ یہ چھوڑو۔ گولیاں کیوں ہم پر برساتے ہو۔ ہم طالب علم ہیں اپنے اساتذہ سے دعائیں لے کر آئے ہیں۔ وہ بالکل خاموش رہا۔ اور بدستور کلاشنکوف چھڑانے میں زور لگا رہا تھا۔ اتنے میں اس نے گولی چلا دی۔ گولی میرے سر کے اوپر چمڑے کو چیرتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے بعد میرا دوسرا ساتھی آیا۔ اس نے اس کو ایک آہنی ہنٹر سے مارنا شروع کر دیا تا آں کہ اس نے کلاشنکوف چھوڑا۔ بعد میں اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

ظرافتِ طبع اور خوش مذاقی میں بھی اپنے ساتھیوں سے فائق تھے۔ ہر ایک طالب علم کے ساتھ نہایت

ہی خندہ پیشانی سے ملتے۔ خواہ اس کے ساتھ واقفیت ہو یا نہ ہو۔ اسی وجہ سے تمام طالب علموں میں ہر دلعزیز تھے ایک دن اپنے ساتھیوں کو ایک واقعہ سنایا جس سے ساری محفل کشت زار زعفران بن گئی۔ اس نے کہا کہ ایک دن ہم جہاد میں مصروف تھے کہ گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ ہم میں ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ اس نے کہا یہ طالب علم آگے ہو جائیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا کیا ہے۔ صرف ایک جان ہے۔ یہ رہیں یا نہ رہیں اور ہم تو عیال دار ہیں۔ میں نے کہا کہ ہمارا کیوں کوئی نہیں۔ حقانیہ میں ہمارے دوست ہیں ساتھی ہیں۔ ہمارے لئے وہ اتنے عزیز ہیں جیسا کہ آپ کو اپنے اہل خاندان۔ ہم ان کو کسی بھی صورت نہیں بھول سکتے۔

ان کے پرانے قریبی دوست اور جہاد کے ساتھی جلاد خان راوی ہیں کہ:۔

غزنی کے محاذ پر ہم کمیونسٹوں کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ شہید موصوف کے ہاتھ میں راکٹ تھا۔ سامنے ایک ٹینک سے گولیاں برسنی شروع ہوئیں۔ گولیاں اس کے سر کے اوپر اور بالکل قریب سے گزر رہی تھیں۔ ہم نے کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ یا تم بھی اس پر گولی چلاؤ۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ ان گولیوں کے چلنے کی آواز سے مجھے لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور میں زندہ حالت میں اس شخص سے مشین گن چھینوں گا۔ وہ گولیاں برساتا رہا اور یہ مجاہد آگے بڑھتا رہا۔ اور بغیر کسی تکلیف یا گزند کے اس خلقی سے مشین گن سمیت قبضہ کر لیا۔

بندہ کو خود ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے ایک دن ایک روسی پائلٹ پکڑ لیا۔ وہ معمولی فارسی جانتا تھا۔ میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا۔ ہمارے پاس روٹی کا چنداں بندوبست نہ تھا۔ ایک ساتھی روٹی پکاتا۔ اور کچھ معمولی سالن۔ جس سے بمشکل ہمارا پیٹ بھرتا۔ اور اب اس قیدی کی شکل میں ایک اور ساتھی کا اضافہ ہو گیا۔ ہم اس کے لئے روٹی اور سالن الگ رکھتے۔ اور خود ہم اپنے ساتھی اکٹھے بیٹھ کر کھاتے۔ وہ روسی پائلٹ جب سیر نہ ہوتا تو ہمارے برتن سے ایک نوالہ اٹھا لیتا۔ پس پھر ہم اسے نہ کھاتے۔ وہ روسی اس برتن کو اپنے سامنے رکھ لیتا اور شکم سیر ہو کر کھاتا۔

شہید موصوف غزنی کے محاذ سے نہایت مطمئن تھے۔ اس محاذ سے کسی دوسرے محاذ پر جانا پسند نہ کرتے۔ چنانچہ جب آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو ساتھیوں نے ان کی لاش گاڑی میں دوسری جگہ لے جانی چاہی۔ تو گاڑی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھی۔ بار بار کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر انہوں نے وہیں آپ کو سپرد خاک کیا۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ انسان جس نے محمود بت شکن کے دیس میں شہادت پائی۔ اور ان مجاہدوں کی سرزمین میں آسودۂ خواب ہوتے ہے

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں — جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی — کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

یوں قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہو گی — پر تیرے اسیروں کی دعا اور ہی کچھ ہے
سرکش نہیں باغی نہیں غدار نہیں ہم — پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے (جوہر)

اللہ تعالیٰ مرحوم کو شہدا کے مراتب عالیہ سے نوازے اور پسماندگان، ان کے والد بزرگوار حاجی عبدالغفار صاحب و محترم مولوی عبدالغنی حقانی و مولوی عبدالمجید حقانی اور شہید مظلوم کی جماعت کے امیر قاری تاج محمد صاحب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے۔ خدا کرے کہ مولوی سید عبدالستار حقانی شہید کا خون رنگ لائے۔ اور انہوں نے جس عظیم مقصد کے لئے جان کی قربانی دی وہ مقصد حصول سے ہمکنار ہو جائے۔ تاکہ اس کی بے چین و مضطرب اور سیماب فطرت روح کو تسکین ہو ؎

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں — برسوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

بقول رئیس امروہی ؎

حسن شفق و رنگ حنا اور ہی کچھ ہے — پر سرخی خون شہدا اور ہی کچھ ہے
صوفی کی مناجات فلک گیر ہے لیکن — مردان مجاہد کی دعا اور ہی کچھ ہے
جینا ہی نہیں کشمکش زیست کا مقصود — ذوق اجل و جہد بقا اور ہی کچھ ہے
اے سجدہ گزار حرم عظمت و اقبال — سجدہ بہ تہ شمشیر قضا اور ہی کچھ ہے
کافور جنازہ میں ہے کچھ اور ہی خوشبو
عطر کفن اہل وفا اور ہی کچھ ہے